شاہد حسین رزاقی

انیسویں صدی میں دستوری ترقی

انقلاب فرانس نے افکار و نظریات میں جو تبدیلی پیدا کر دی تھی وہ جنگ واٹرلو کے بعد قدامت پسندوں کے برسر اقتدار آنے کے باوجود برقرار رہی اور انیسویں صدی میں انقلابی جدوجہد اس تبدیلی کا نتیجہ تھی۔ اس زمانہ میں آزاد خیالوں کی تحریکوں کو اس قدر فروغ ہوا کہ مطلق العنانی کو بحال کرنے کے لئے قدامت پسندوں کے راستہ میں شدید مشکلات حائل ہوگئیں اور رفتہ رفتہ انقلابی تصورات کو روبہ عمل لانے کی کوششیں کامیاب ہوگئیں۔ اس کامیابی کا ایک نمایاں پہلو دستوری اور پارلیمنٹی نظام کی ترقی ہے جس نے پرانے نظام کی جڑیں کاٹ کر ایک ایسے نئے نظام کو مستحکم کیا جس نے دورِ جدید میں عالمگیر مقبولیت حاصل کر لی۔ پارلیمنٹی ترقی میں برطانیہ کو ہمیشہ امتیازی حیثیت حاصل رہی ہے اور انیسویں صدی میں برطانوی پارلیمنٹ نے جو حقوق و اختیارات حاصل کر لئے ان کی وجہ سے یہ ادارہ ایک مثالی پارلیمنٹ بن گیا اور دوسرے ممالک نے اس کو اپنی پارلیمنٹی ترقی کے لئے نمونہ کے طور پر سامنے رکھا۔ اس جدوجہد میں برطانیہ کے بعد فرانس کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی دستوری حکومت کے تصور نے بہت ترقی کی اور وہاں پارلیمنٹی نظام نافذ کیا گیا۔ برطانیہ میں دستوری تحریک بہت قدیم تھی لیکن اس کا دستور تحریری نہ تھا۔ تحریری دستور کے ترقی یافتہ نمونے سب سے پہلے امریکی نوآبادیوں نے پیش کئے اور جب یہ نوآبادیاں آزاد ہوگئیں تو ان دساتیر کی نہایت ترقی یافتہ شکل ۱۷۸۹ء میں ریاست ہائے متحدہ کے دستور کی صورت میں نافذ ہوئی۔ انقلاب فرانس نے دستوری جدوجہد کو مزید تقویت دی اور بیشتر ممالک میں دستور و آئین پر مبنی پارلیمنٹی نظام قائم ہوگیا۔

برطانیہ۔ عہدِ اسٹیورٹ میں شدید معرکے سر کرنے کے بعد پارلیمنٹ اس قدر مستحکم ہوگئی تھی کہ اس کی ترقی اور روز افزوں اقتدار کو روکنا کسی حکمراں کے اختیار میں نہ رہا اور ۱۶۸۸ء کے انقلاب کے بعد پارلیمنٹی جمہوریت کی بنیادیں بہت مضبوط ہوگئیں اور ترقی کی رفتار بڑھ گئی۔ لیکن اس نظام میں کچھ ایسی خامیاں تھیں جن کی اصلاح ضروری تھی۔ ۱۸۱۵ء میں جب تاریخ یورپ کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا تو یہ شدت سے محسوس کیا جانے لگا کہ برطانیہ کا جمہوری نظام ناقص ہے۔ کیونکہ برطانوی پارلیمنٹ میں پوری قوم کے بجائے صرف ایک حصّہ کی نمائندگی ہوتی تھی۔ دارالامرا موروثی امیروں اور تاج کے مقرر کردہ انگلیسی کلیسہ کے ارکان پر مشتمل تھا۔ اور عوام کے جذبات و مطالبات سے یہ لوگ بے نیاز

تھے۔ دارالعوام کے لئے قدیم اضلاع اور شہروں سے نمائندے منتخب کئے جاتے تھے۔ لیکن یہ نمائندگی بہت ناقص تھی۔ کیونکہ ایک تو حق رائے دہی تھوڑے سے لوگوں کو حاصل تھا اور دوسرے ان نئے شہروں کی نمائندگی نہ ہوتی تھی جو صنعتی انقلاب کی وجہ سے آباد ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ انگلیسی کلیسہ کے سوا دوسرے فرقوں سے تعلق رکھنے والوں کو عہدہ حاصل کرنے کے حق سے قانوناً محروم کر دیا گیا تھا۔ رائے دہندوں کے جو قدیم حلقے بنائے گئے تھے ان میں سے کچھ تو بالکل ویران ہو گئے تھے اور کچھ کی آبادی برائے نام رہ گئی تھی۔ آباد شہروں کی محرومی اور غیر آباد حلقوں کی کثیر نمائندگی نے اس ایوان کو غیر نمائندہ بنا دیا تھا۔ اُمرا رشوت دے کر ووٹ حاصل کر لیتے تھے اور اس طرح نہ صرف دارالامرا، بلکہ دارالعوام پر بھی دولت مند طبقہ کا اقتدار مسلط ہو گیا تھا۔

۱۸۳۲ء کا قانونِ اصلاح۔ قدامت پسندوں اور آزاد خیالوں کی کش مکش کے زمانہ میں برطانوی پارلیمنٹ کی اصلاح کرنے کا مطالبہ پھر کیا جانے لگا۔ ٹوری پارٹی قدامت پسند زمینداروں کی جماعت تھی اور یہ نمائندگی کے اس ناقص طریقہ میں اصلاح کرنے کی شدید مخالف تھی۔ واٹرلو کا فاتح ڈیوک آف ونگٹن تک اس طریقہ سے نہ صرف مطمئن تھا بلکہ اس کو دنیا کا بہترین نظامِ حکومت قرار دیتا تھا۔ قدامت پسندوں کے برعکس آزاد خیال وہگ پارٹی اصلاحات کا مطالبہ کر رہی تھی۔ اور یہ چاہتی تھی کہ صنعت و تجارت سے تعلق رکھنے والے طبقوں کے حقوق و مفادات کا تحفظ کیا جائے۔ اس جماعت میں صنعت کار، سرمایہ دار، تاجر، مزدور، حقوق سے محروم مذہبی فرقوں کے افراد اور جمہوریت کے حامی آزاد خیال مفکر بھی شامل تھے جن کی تائید سے اصلاحات کی تحریک کو بڑی ترقی ہوئی۔ چنانچہ ۱۸۲۹ء میں ایک قانون منظور کیا گیا جس نے حقوق سے محروم مذہبی فرقوں پر پابندیاں ختم کر دیں اور ان کو بھی سیاسی حقوق حاصل ہو گئے۔ وہگ پارٹی کے رہنما لارڈ گرے نے اصلاحات کی تحریک کو آگے بڑھانے میں نمایاں حصّہ لیا۔ اور ۱۸۳۱ء کے انتخابات میں اس جماعت نے پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل کر لی۔

وہگ پارٹی نے اپنے سیاسی اقتدار سے فائدہ اُٹھایا اور ۱۸۳۲ء میں دارالعوام نے قانون اصلاح منظور کیا۔ اس قانون کے مطابق چھوٹے چھوٹے انتخابی حلقے توڑ دئے گئے۔ نئے صنعتی شہروں کو نمائندگی دی گئی۔ تاجروں، چھوٹے زمینداروں اور مقررہ املاک رکھنے والوں کو حق رائے دہی عطا کیا گیا۔ یہ اصلاحی قانون دارالامراء کی مخالفت کے باوجود منظور ہوا تھا۔ اور اس کی منظوری سے دارالعوام کا اقتدار بڑھ گیا۔ عوامی نمائندوں کو یہ احساس ہو گیا کہ دارالامراء کی خودسری کو شکست دی جا سکتی ہے۔ اور اس جمہوری کامیابی کے بعد سے یہ جمہوری اصول قائم ہو گیا کہ دارالعوام میں اکثریت رکھنے والی جماعت ہی وزارت بنائے۔ اس قانون کے بعد سیاسی جماعتوں کو از سرِ نو منظم کیا گیا اور ٹوری قدامت پسند (کنزرویٹو) اور وہگ آزاد خیال (لبرل) کہے جانے لگے۔ سیاسی اصلاحات کے بعد معاشرتی، زرعی، تعلیمی، قانونی، صنعتی اور اقتصادی اصلاحات کے لئے قوانین بنائے گئے۔ اور برطانوی معاشرہ میں طبقۂ وسطیٰ کی اہمیت میں بتدریج اضافہ ہونے لگا۔

عوامی منشور۔ انتہاپسند آزادخیال قانونِ اصلاح کو ناکافی سمجھتے تھے اور اُنھوں نے مزید اصلاحات کے لئے تحریک شروع کی۔ ۱۸۳۲ء میں مزدوروں کو رائے دینے کا حق نہ ملا تھا اس لئے وہ بھی نئی تحریک کی حمایت کرنے لگے۔ ان لوگوں نے ۱۸۳۸ء میں ایک عوامی منشور یا چارٹر تیار کیا جس کی نسبت سے یہ چارٹسٹ کہے جانے لگے۔ اس منشور میں یہ مطالبات کئے گئے۔ (۱) تمام بالغوں کو رائے دینے کا حق دیا جائے۔ (۲) دارالعوام کے ارکان ہر سال منتخب کئے جائیں (۳) انتخابی حلقے آبادی کی مناسبت سے بنائے جائیں (۴) دارالعوام کے انتخابات کے سلسلہ میں املاک رکھنے کی تمام شرطیں منسوخ کردی جائیں اور (۶) دارالعوام کے اراکین کو معاوضہ دیا جائے تاکہ وہ اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے سکیں۔ اس زمانہ میں یہ مطالبے نامناسب تصور کئے جاتے تھے۔ اور برطانوی عوام بھی اس انتہاپسندی کے لئے تیار نہ تھے۔ ۱۸۴۸ء میں اس تحریک کو بہت فروغ ہُوا۔ اس کے بعد باہمی اختلافات کے باعث یہ ختم ہوگئی۔ لیکن اس کے مطالبوں کی اہمیت کو آگے چل کر محسوس کیا گیا اور دوسرے مطالبہ کے سوا باقی تمام مطالبات آگے چل کر تسلیم کرلئے گئے۔

۱۸۶۷ء اور ۱۸۸۴ء کے اصلاحی قوانین قانون اصلاح اور دوسری سرگرمیوں سے عوام میں یہ خیال مستحکم ہونے لگا تھا کہ لبرل بڑے جمہوریت پسند اور عوامی حقوق کے حامی ہیں۔ کنزرویٹو پارٹی کے رہنما ڈزریلی نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اس کی پارٹی لبرلوں سے بھی زیادہ عوامی حقوق کی حامی ہے۔ ۱۸۶۷ء میں دوسرا قانونِ اصلاح منظور کروایا، جس کے مطابق صنعتی شہروں کے مزدوروں کو حق رائے دہی عطا کیا گیا۔ لیکن لبرل پارٹی کے لیڈر گلیڈاسٹن نے اس قانون کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے مزید اصلاحات کا مطالبہ شروع کردیا۔ ۱۸۷۲ء میں خفیہ رائے دہی کا قانون منظور ہُوا۔ اور ۱۸۸۴ء میں تیسرا قانونِ اصلاح منظور کیا گیا۔ اس قانون نے دیہی علاقوں کے مزدوروں کو بھی حق رائے دہی عطا کیا۔ ۱۸۸۵ء میں آبادی کے تناسب سے انتخابی حلقے بنائے گئے۔ اس کے بعد پارلیمنٹ کی اصلاح کے ضمن میں اہم ترقدم ۱۹۱۱ء میں اُٹھایا گیا جس سے برطانوی پارلیمنٹ نے موجودہ شکل اختیار کرلی۔

فرانس۔ فرانس کی قومی اسمبلی نے بھی اس زمانہ میں بہت ترقی کی اور جمہوری نظام مستقل بنیادوں پر مستحکم ہوگیا۔ فرانس اور پروشیا کی جنگ میں فرانس کی شکست کے بعد جرمنوں نے لوئی نپولین کو گرفتار کرلیا۔ اور فرانس میں عارضی حکومت قائم کی گئی۔ اس حکومت نے لوئی کو تخت سے معزول کردیا اور قومی اسمبلی نے جرمنی سے معاہدہ کی شرطیں طے کرنے کے لئے عارضی صلح کرلی۔ ۱۸۷۱ء سے ۱۸۷۵ء تک فرانس پر قومی اسمبلی کا اقتدار قائم رہا جس نے فرانس کے لئے ایک نیا دستور بھی تیار کیا۔ اور فرانس میں ملوکیت ختم کرکے تیسرا جمہوریہ قائم کیا گیا۔ ۱۸۷۵ء میں قومی اسمبلی نے متعدد قوانین منظور کئے جن کے مطابق نئے جمہوریہ کی حکومت قائم کی گئی۔ نئے دستور کے تحت یہ طے کیا گیا کہ پارلیمنٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہوگی۔ ایوان نائبین اور سینٹ۔ ایوان نائبین کے ۶۰۲ ارکان ہونگے۔ جو عام رائے دہی کے اُصول پر چار سال کے لئے منتخب کئے جائیں گے۔ اس ایوان کی منظوری کے بغیر کوئی قانون نہ بن سکے گا۔ اور محاصل عائد کرنے کا

اختیار بھی اسی ایوان کو ہوگا۔ سینیٹ ۳۰۰ ارکان پر مشتمل ہوگی۔ جن میں سے ۲۲۵ کا انتخاب ڈیپارٹمنٹوں کی اسمبلیاں نو سال کے لئے کریں گی۔ اور ۷۵ ارکان قومی اسمبلی کے منتخب کردہ ہوں گے۔ ان ارکان کے انتخاب کا یہ طریقہ آگے چل کر مسدود کر دیا گیا۔ قومی اسمبلی یعنی دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں صدر جمہوریہ کا انتخاب کیا جائے گا۔ اس کی مدتِ عہدہ سات سال ہوگی۔ صدر کی ہر ایک کارروائی کے نفاذ کے لئے کسی رکن کابینہ کا تائیدی دستخط کرنا لازمی ہوگا۔ تمام عاملہ و انتظامی اختیارات کابینہ کو حاصل ہوں گے جو پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہوگی۔ ایوان نائبین میں اکثریت کی تائید حاصل کرنے والے لیڈر کو وزیر اعظم بنا دیا جائے گا اور وہ وزیروں کا انتخاب کریگا۔

نپولین اعظم اور لوئی نپولین نے پہلے اور دوسرے جمہوریوں کو ملوکیت میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس لئے تیسرے جمہوریہ کے تحفظ کا انتظام کیا گیا اور صدر جمہوریہ کے اختیارات محدود کر کے ان پر بھی پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ فرانس میں ملوکیت پسند بہت با اثر تھے اور یہ بادشاہت کی تجدید کے لئے مسلسل جد وجہد کرتے رہے۔ لیکن عوام نے ان کی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ ۱۸۷۳ء میں ملوکیت پسند میک میہن صدر جمہوریہ منتخب ہوا اور نازک حالات پیدا ہو گئے۔ لیکن ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۹ء میں دونوں ایوانوں کے انتخابات میں جمہوریت پسندوں کو اکثریت حاصل ہوئی اور ملوکیت پسند صدر مستعفی ہونے پر مجبور ہو گیا۔ ۱۸۸۸ء میں ایک جنرل نے آمریت قائم کرنے کی کوشش کی لیکن اس کو ناکامی ہوئی اور اس نے خودکشی کر لی۔ ۱۸۸۹ء اور ۱۸۹۳ء میں دونوں ایوانوں کے انتخابات میں پھر جمہوریت پسندوں نے اکثریت حاصل کی اور جمہوریت کے مزید استحکام کا موقع مل گیا۔ فرانسیسی عوام جمہوریت کی مسلسل حمایت کرتے رہے ان کی اس تائید کے باعث ملوکیت کی تجدید کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں اور تیسرا جمہوریہ مستقل اور مستحکم بنیادوں پر قائم ہو گیا۔

ناروے۔ شمالی یورپ میں ناروے ۱۳۹۷ء سے ۱۸۱۴ء تک مملکت ڈنمارک میں شامل رہا تھا۔ ۱۸۱۳ء میں سویڈن نے ہوسٹین پر حملہ کر دیا۔ اور ڈنمارک عہد نامۂ کیل قبول کرنے پر مجبور ہو گیا۔ جس کے مطابق ناروے پر سویڈن کا اقتدار قائم کیا گیا تھا۔ لیکن ناروے کے باشندوں نے اس کو منظور نہ کیا۔ مختلف حصوں کے نمائندوں کا ایک اجتماع طلب کیا گیا جس نے امریکہ، فرانس اور اسپین کے دساتیر کو سامنے رکھ کر ۱۸۱۴ء میں ایک دستور منظور کیا۔ اس دستور کے مطابق ایک ڈین شہزادے کو بادشاہ منتخب کیا گیا اور ناروے میں دستوری حکومت قائم ہو گئی۔

سویڈن۔ سویڈن میں پہلا دستور ۱۶۳۴ء میں منظور کیا گیا۔ لیکن بادشاہ اور پارلیمنٹ کے درمیان کش مکش شروع ہو گئی۔ سویڈن کی پارلیمنٹ چار ایوانوں پر مشتمل تھی جو طبقۂ امرا، اہلِ کلیسہ، طبقۂ وسطیٰ اور زمین کے مالک کاشتکاروں کے نمائندے تھے۔ اس کش مکش میں کبھی بادشاہ غالب رہتا اور کبھی پارلیمنٹ۔ آخر کار ایک

انقلاب نے یہ کش مکش ختم کی۔ اور پارلیمنٹ نے ۱۸۰۹ء میں ایک نیا دستور منظور اور نافذ کیا جس کے تحت جمہوریت کو سویڈن میں بہت ترقی ہوئی۔

ڈنمارک۔ ڈنمارک میں مطلق العنان بادشاہت تھی۔ یہاں کی جرمن آبادی نے بڑی مشکلات پیدا کردیں۔ اور سیاسی کش مکش نے شدید صورت اختیار کر لی۔ ۱۸۴۸ء میں بادشاہ نے ایک دستور عطا کیا جس کے تحت چاروں صوبوں کو خود اختیاری دی گئی اور مجلس قانون ساز قائم کی گئی۔ فریڈرک ہفتم نے یہ دستور واپس لے کر مجلسِ قانون ساز کے لئے نئے انتخابات کروائے اور اس کو مجلس دستور ساز کی حیثیت دے دی گئی تاکہ وہ ملک کے لئے نیا دستور تیار کرے۔ اس نے ۱۸۴۹ء میں ایک دستور منظور کیا۔ لیکن خارجی اور داخلی مشکلات اور کش مکش کے باعث یہ دستور ۱۸۶۶ء سے پہلے نافذ نہ ہوسکا۔ نفاذ کے وقت دستور میں کچھ ترمیمیں کی گئیں۔ اور اس کے بعد ۱۸۹۴ء میں ترمیم ہوئیں تاکہ دستور کو عوامی مطالبات سے ہم آہنگ کر دیا جائے۔

بلجیم۔ بلجیم مملکت نیدرلینڈ کا حصّہ تھا۔ ۱۸۳۰ء میں بلجیم نے بغاوت کی اور اپنی علٰحدہ حکومت قائم کرلی۔ اس حکومت نے ایک بااختیار کمیٹی مقرر کی جس نے یہ اعلان کیا کہ بلجیم ایک آزاد مملکت رہے گا اور کمیٹی جلد ایک دستوری خاکہ تیار کرے گی اس کے بعد تمام حصوں کے نمائندوں پر مشتمل قومی کانگرس طلب کی جائے گی تاکہ دستور کے متعلق فیصلہ کرے۔ جب یہ کانگریس طلب کی گئی تو کمیٹی نے تمام اختیارات اسی کے تفویض کر دئے۔ اس نے ۱۸۳۱ء میں ایک دستور منظور کیا۔ دستور کی منظوری کے بعد دستور ساز مجلس تحلیل ہوگئی اور نئے دستور کے تحت نئی حکومت قائم کی گئی۔ ۱۸۹۳ء میں اس دستور میں ترمیمیں کی گئیں۔

جرمنی۔ جرمنی میں چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں تھیں جن کی اپنی اسمبلیاں بھی تھیں۔ اور مرکزی پارلیمنٹ اور شہنشاہ ان کو مربوط کئے ہوئے تھے۔ ۱۸۴۸ء میں انقلابیوں نے قومی اتحاد کی کوشش کی۔ چنانچہ تمام ریاستوں کی اسمبلیوں کا نمائندہ جلسہ ہوا تاکہ ایک دستور بنانے کا فیصلہ کیا جاسکے۔ فرینکفرٹ میں یہ اجتماع ہوا اور ایک مشترکہ دستور بنانے کا کام اسمبلی کے تفویض کیا گیا۔ لیکن پروشیا اور آسٹریا کی رقابت کے باعث دستور سازی میں بڑی دشواری ہوئی۔ آخرکار برلن میں تمام ریاستوں کی ایک کانفرنس طلب کی گئی۔ لیکن حالات درست نہ ہوئے اور انتظام فوج کے تفویض کردیا گیا۔ ۱۸۶۶ء میں جرمن مدبر بسمارک نے مین کے شمال میں واقع تمام جرمن ریاستوں کے نمائندوں کو برلن میں طلب کیا تاکہ دستوری مسئلہ کا حل تلاش کیا جائے۔ ۱۸۶۷ء میں اس کانفرنس نے ایک دستوری خاکہ منظور کیا اور یہ طے کیا گیا کہ مختلف ریاستوں کی منظوری کے لئے یہ مشترکہ دستوری خاکہ روانہ کیا جائے۔ تمام ریاستوں نے اس دستور کو قبول کر لیا اور اس کا اعلان کردیا گیا۔ اس طرح نئے دستور کے تحت شمالی جرمنی کا عہدیہ قائم ہو گیا۔ عہدیہ کا چانسلر بسمارک کو بنایا گیا جس نے جرمن ریاستوں کے اتحاد اور استحکام کے لئے مسلسل جدوجہد کی۔

سوٹزر لینڈ۔ سوئٹزرلینڈ میں مختلف کینٹنوں کی حیثیت خود مختار ریاستوں جیسی تھی اور ان کا کوئی مشترکہ وفاقی دستور نہ تھا۔ فاتحوں کی گرفت سے محفوظ رہنے کے لئے انہوں نے ایک عہدیہ قائم کیا۔ انقلاب فرانس کے بعد نپولین نے سوئٹزرلینڈ پر اپنا اقتدار قائم کر لیا اور نظم و نسق میں تبدیلی کر کے پورے ملک کو ایک جمہوریہ قرار دیا۔ ۱۸۰۲ء میں نپولین نے اس جمہوریہ کو ایک دستور عطا کیا لیکن عوام نے اس کو قبول نہ کیا۔ ایک سال کے بعد نپولین نے مختلف کینٹنوں میں جداگانہ دستور نافذ کئے جو ۱۸۱۵ء تک برقرار رہے۔ اس کے بعد کینٹنوں نے ایک وفاقی نظام قائم کیا۔ ۱۸۴۸ء میں نیا دستور نافذ کیا گیا جس کے مطابق عوام کی نمائندہ مجلس ملی اور کینٹنوں کی نمائندہ کونسل قائم کی گئی۔ اور بائیس خود مختار ریاستوں کا عہدیہ قائم ہؤا۔ ۱۸۷۴ء میں دستور پر نظر ثانی کی گئی اور مراجعہ کا طریقہ اختیار کیا گیا جو سوئس جمہوریت کی امتیازی خصوصیت بن گیا۔

اسپین و پرتگال۔ اسپین میں چارلس چہارم حکمراں تھا جب انقلاب فرانس شروع ہؤا۔ اور اہل اسپین پر اس کا گہرا اثر پڑا۔ جب نپولین نے اپنے بھائی کو اسپین کا بادشاہ بنایا تو محبانِ وطن نے مخالفت کی۔ اور آزادی کے لئے بغاوتیں ہونے لگیں۔ حریت پسندوں نے کورٹز کو زیادہ جمہوری اور نمائندہ بنیاد پر قائم کرنا چاہا۔ چنانچہ ۱۸۱۰ء میں جب نئی کورٹز طلب کی گئی تو نو آبادیوں کے نمائندے بھی اس میں شریک تھے۔ اور عوامی نمائندوں کی تعداد امراو کلیسہ کے نمائندوں سے زیادہ تھی۔ آزادی کی تحریک ترقی کرتی گئی۔ اور ۱۸۱۲ء میں نیا دستور شائع کیا گیا۔ ۱۸۱۴ء میں فرانسیسی اقتدار ختم ہؤا اور حریت پسندوں نے فرڈیننڈ ہفتم سے نئے دستور کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا۔ لیکن وہ مطلق العنانی کا خواہش مند تھا اس لئے انکار کر دیا۔ چنانچہ شورشیں ہونے لگیں جو دبا دی گئیں۔ لیکن ۱۸۲۰ء میں زبردست بغاوت ہوئی جس میں فوج نے بھی حصّہ لیا۔ بادشاہ قید کر دیا گیا۔ ۱۸۱۲ء کا دستور نافذ کیا گیا۔ اور دستوری حکومت قائم ہو گئی۔ جمہوری تحریک ترقی کرتی گئی اور شہروں میں جمہوریہ قائم کرنے کا مطالبہ شروع ہو گیا۔ اس سے بحرانی کیفیت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ ۱۸۴۵ء اور ۱۸۶۹ء میں نئے دستور بنائے گئے۔ لیکن جمہوریت پسندوں نے ۱۸۷۳ء میں حکومت پر قبضہ کر کے جمہوریہ قائم کر دیا۔ اور گزشتہ دستوروں کو سامنے رکھ کر نیا دستور بنایا گیا۔ اس دستور کے تحت ۱۸۸۱ء میں لبرل حکومت قائم ہوئی۔ نپولین کے حملہ سے نہ صرف اسپین بلکہ پرتگال میں بھی مطلق العنانی متزلزل ہو گئی اور ۱۸۲۰ء میں وہاں بھی دستوری حکومت قائم ہوئی۔

ترکی۔ عثمانی خلافت درحقیقت مطلق العنان ملوکیت تھی۔ اور دستوری حکومت کی ہمہ گیر تحریک ترکی پر بھی اثر انداز ہونے لگی۔ عبدالمجید اصلاح پسند حکمراں تھا اور ۱۸۳۹ء میں فرمانِ گل خانہ سے ترکی میں دستوری حکومت کا آغاز ہؤا۔ سلطان نے خود اپنی مرضی سے اپنی مطلق العنانی پر کچھ پابندیاں عائد کر لیں اور اس فرمان کے بموجب رعایا کو جان، عزت اور املاک کے تحفّظ کی ضمانت دی گئی۔ محاصل عائد اور وصول کرنے کے لئے یکساں قواعد و ضوابط معین

سکے گئے اور یہ اصول پیش نظر رکھا گیا کہ دولت مندوں پر زیادہ محاصل عائد کئے جائیں اور عوام کے لئے محاصل قابلِ برداشت ہوں۔ مذہبی آزادی اور قانونی حقوق کا تحفظ کیا گیا اور قانون سازی کے لئے مجلسِ عدل قائم کی گئی۔ اس کے بعد ۱۸۶۴ء میں مزید اصلاحات نافذ کی گئیں۔ مرکزی، صوبائی اور مقامی حکومتوں کی اصلاح و تنظیم ہوئی اور مذہبی رہنماؤں اور ممتاز شہریوں کو مجلس کا رکن بنایا گیا۔ ۱۸۶۹ء میں عدالتی نظام میں اصلاحات کی گئیں۔ اور اس کو یورپی ممالک کے اصولوں پر منظم کیا گیا۔ ۱۸۷۶ء میں عبدالحمید ثانی نے قانون کی تدوین و نفاذ اور موازنہ پر نگرانی کے لئے مجلسِ عامہ قائم کی۔ لیکن محب وطن ترکوں کی جماعت ان اصلاحات کو ناکافی سمجھتی تھی اور مدحت پاشا نے دستوری حکومت کی تحریک کو بہت آگے بڑھا دیا تھا۔ چنانچہ ۱۸۷۶ء میں نیا دستور نافذ کیا گیا جس کے مطابق مجلسِ عامہ کو ایوانِ نائبین اور سینٹ پر مشتمل دو ایوانی پارلیمنٹ کی شکل دی گئی۔ ایوانِ نائبین کے ارکان منتخب کردہ اور سینٹ کے ارکان مشیرانِ مملکت، عدالتوں کے صدور اور اعلیٰ عہدہ داروں پر مشتمل ہوتے تھے جن کو سلطان نامزد کرتا تھا۔ اس دستور کے مطابق وزراء سے مواخذہ کا اصول بھی نافذ کیا گیا اور سینٹ کو ان کے خلاف مقدمات کی سماعت کا اختیار ملا۔ ترکی کے اس دستور نے ملک کی دستوری ترقی میں بڑا حصہ لیا۔ نوجوان ترکوں نے انجمنِ اتحاد و ترقی قائم کر کے دستوری تحریک کو بہت فروغ دیا۔ چنانچہ عبدالحمید نے جب خود سری اختیار کی تو انور پاشا کی قیادت میں نوجوان ترکوں نے انقلاب برپا کر دیا۔ اور پارلیمنٹ نے سلطان کو معزول کر کے ۱۸۷۶ء کے دستور کو بحال کیا۔ عبدالحمید کے جانشین محمد خامس نے دستور سے وفاداری کا حلف لیا۔ اس دستور میں جو نقائص تھے وہ ضروری ترمیمات کر کے دور کر دیئے گئے۔ اور ترکی میں مطلق العنانی کا انسداد ہو گیا۔

برطانوی نوآبادیاں۔ برطانیہ کے دستوری نظام کی ترقی صرف برطانیہ تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ برطانوی نوآبادیوں میں بھی جمہوریت کو ترقی ہوئی اور انھوں نے قلمروی مرتبہ حاصل کر کے دستوری حکومت اور پارلیمنٹی نظام کو فروغ دیا۔ امریکی ممالک میں ریاست ہائے متحدہ کی تحریک آزادی کے اثرات بہت وسیع تھے۔ اور کینیڈا بھی ان سے متاثر ہوا۔ اگرچہ کینیڈا میں انقلاب پسندوں کو کامیابی نہ ہوئی لیکن جمہوری حقوق اور دستوری حکومت کے مطالبات روز افزوں مقبولیت حاصل کر رہے تھے۔ میکنزی اور پاپینو کی بغاوتوں کے بعد برطانیہ نے بھی ان مطالبات کی اہمیت کو محسوس کیا اور ڈرہم نے اپنی رپورٹ پیش کی۔ ۱۸۴۰ء کے قانون کے بموجب کینیڈا کو دستوری حقوق دیئے گئے اور اس کے انگریزی اور فرانسیسی حصوں کو متحد کر دیا گیا۔ اس اتحاد سے نئی دستوری تحریک کو بہت فروغ ہوا۔ چنانچہ ۱۸۶۴ء میں ایک ملی اجتماع منعقد کیا گیا جس نے مختلف صوبوں پر مشتمل وفاقی حکومت کے قیام کی تجویز منظور کی۔ اجتماعِ ملی کی تجاویز پارلیمنٹ میں پیش کی گئیں اور دونوں ایوانوں نے ان کو قبول کر لیا۔ ان ہی تجاویز کی اساس پر ۱۸۶۷ء میں کینیڈا کا دستور منظور اور نافذ کیا گیا جس کے مطابق وہاں وفاقی نظامِ حکومت

قائم ہوگیا۔

آسٹریلیا میں برطانوی آبادکار اپنے ساتھ قانونی حقوق اور دستوری حکومت کی برطانوی روایات بھی لائے تھے۔ اور جب ان کی تعداد بڑھ گئی تو اُنہوں نے خود اختیاری کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ ۱۸۵۵-۵۶ء میں نیوساؤتھ ویلز، وکٹوریہ ساؤتھ آسٹریلیا اور ٹسمانیہ کو ذمہ دار خود اختیاری دی گئی اور یہاں برطانوی طرز کی وزارتیں اور قانون ساز مجالس قائم کی گئیں۔ ان مجالس نے جو دستور بنائے ان کو معمولی ترمیموں کے ساتھ برطانوی پارلیمنٹ نے منظور کر لیا۔ ۱۸۶۰ء میں کوئینس لینڈ کو اور ۱۸۹۰ء میں وسٹرن آسٹریلیا کو بھی خود اختیاری ملی۔ ۱۸۹۱ء میں ان تمام نوآبادیوں کو متحد کرنے کی تجویز پیش کی گئی اور ۱۸۹۷-۹۹ء میں قومی اجتماعوں نے نوآبادیوں کا وفاقیہ قائم کرنے کی تجویز منظور کی۔ اس تجویز کی بنا پر وفاقی دستور کا مسودہ تیار کیا گیا جس کو برطانوی پارلیمنٹ نے ۱۹۰۰ء میں منظور کر لیا اور اس کے مطابق دولتِ عامہ آسٹریلیا کی حکومت قائم ہوئی۔

جزائر نیوزی لینڈ پر برطانیہ نے ۱۸۴۰ء میں قبضہ کیا تھا۔ اور ۱۸۵۲ء میں خود اختیاری دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ۱۸۵۳ء میں منتخب کردہ مجلس دستور ساز قائم کی گئی اور ۱۸۵۶ء میں مجلس کے سامنے جوابدہ وزارت بنائی گئی۔ ۱۸۶۱ء میں سونے کی کانیں دریافت ہونے کی وجہ سے آبادی بڑی تیزی سے بڑھنے لگی اور نئے مسائل پیدا ہوگئے۔ چنانچہ قانونی حقوق اور دستوری حکومت کی تحریکیں مقبول عام ہوگئیں۔ آخر کار ۱۸۹۰ء میں نیا دستور بنایا گیا جس کے مطابق ترقی یافتہ نظامِ حکومت قائم کیا گیا۔ اور آگے چل کر نیوزی لینڈ نے بھی قلمروی مرتبہ حاصل کر لیا۔

اسلام کا نظریۂ تاریخ

مصنفہ مظہر الدین صدیقی

قیمت تین روپے

قرآن اور علمِ جدید

مصنفہ رفیع الدین

قیمت پانچ روپے آٹھ آنے

(ملنے کا پتہ)

منیجر ادارہ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور